OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

اقبال کے فلسفہ اجتہاد کا تحقیقی تجزیہ

An Analysis of Iqbal's Philosophy of Ijtihad

Dr. Robina Yasmeen
Islamia College University Peshawar
Dr.robinayasmeen@gmail.com
Prof. Dr.Shahzad Khan
Department of Urdu and Linguistics GDC Ekkaghund Distt Mohmand Pakistan
Shehzad14445@gmail.com
Salma
Lecturer Shaheed Benazir Bhutto Women University Peshawar
salmaisrar@sbbwu.edu.pk

Abstract

Allamma Muhammad Iqbal of Ijtihad is a broad term, in which a personal investigation according to the principles of religion is carried out and applied to modern requirements. Iqbal considers the purpose of Ijtihad to be very important to keep the Quran and Sunnah safe from soullessness and stagnation, therefore, a legislature decides for the liberation and revival of the Islamic nation. These who decide on modern requirements in the light of Quran and Sunnah. This is the distinguishing feature of a global Islamic thinker like Alama Iqbal, Has the distinctive feature of his constant recurrent of freedom, which is no more revolting against the established traction.
Key Words: *Iqbal, Ijtihad, Quran, Sunnah, Legislature, Thinker, Freedom, Tradition, Global, Islamic.*

خلاصہ:

علامہ محمد اقبال کا فلسفہ اجتہاد ایک وسیع المعنی اصطلاح ہے جس میں کسی مذہبی امر میں ذاتی تحقیقات سے کام لے کر جدید تقاضوں پر منطبق کیا جاتا ہے۔اقبال اجتہاد کا مقصد قرآن و سنت کو بے روح اور جمود سے محفوظ رکھنے کے لیے بہت ضروری سمجھتے ہیں اس لیے ملت اسلامیہ کی آزادی اور احیا کے لیے ایک مجلسِ قانون ساز کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جو قرآن و احادیث کی روشنی میں جدید تقاضوں کے حوالے سے فیصلہ کریں۔علامہ اقبال جیسے عالم اسلام کے مفکر کی یہ امتیازی خوبی ہے کہ ان کے آزادئی اجتہاد کے مسلسل تکرار میں روایت سے کہیں بغاوت نظر نہیں آتی۔زیر نظر مقالہ اس اجمال کی تفصیل ہے۔

کلیدی الفاظ:

اقبال، اجتہاد، قرآن، سنت، مجلس قانون ساز، مفکر، آزادی، روایت، ملت اسلامیہ

اسلامی ادب میں اجتہاد ایک جامع اصطلاح ہے۔ اجتہاد "عربی زبان سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ہیں جدوجہد، کوشش کرنا، ٹھیک راہ ڈھونڈنا، بہت سوچنا، غور وخوض سے کسی مسئلہ کا حل کرنا، ایجاد، نئی بات پیدا کرنا، فقہ اسلامی کی اصطلاح میں قرآن و حدیث اور اجماع پر قیاس کر کے شرعی مسائل کا حل نکالنا"[1] اجتہاد کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کسی بھی دینی معاملے میں کسی مسلم ماخذ سے راہنمائی نہ ملے یعنی جمود کی کیفیت سے واسطہ پڑے۔

انسانی نشو و نما کے لیے جن بنیادی قوانین اور اصولوں کی ضرورت تھی وہ دین اسلام نے بتا دیئے ہیں۔ ان اصولوں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی البتہ مختلف حالات کے پیش نظر جُزیات میں تبدیلی کی ضرورت پڑتی ہے، سو وہ تبدیلیاں ان اصولوں سے اجتہاد کے ذریعے کیے جاسکتے ہیں یا ضرورت زمانہ کے مطابق ان کی تاویل کی جاسکتی ہے۔ شریعت اسلامی میں اس کوشش کو اجتہاد کہتے ہیں لیکن یہ اجتہاد ہمیشہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے تابع ہوگا۔ اجتہاد کے حوالے سے اقبال لکھتے ہیں۔

"اجتہاد کے معنی کوشش کرنے کے ہیں لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اسے مراد وہ کاوش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے اور جس کی بناء جیسا کہ میں سمجھتا ہوں۔ شائد قرآن مجید کی اس آیت: الذین جاھدوافینا لنھد ینھم سبلنا پر ہے۔ پھر حضور مآب صلعم کی ایک حدیث سے اس کا مطلب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ متعین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ نے حضرت معاذ کو یمن کا عامل مقرر کیا تو فرمایا 'معاملات کا فیصلہ کیسے کرو گے'؟ انھوں نے کہا 'کتاب اللہ کے مطابق'۔ 'لیکن اگر کتاب اللہ نے ان میں تمہاری رہنمائی نہیں کی تو پھر'؟ 'پھر اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق لیکن اگر سنت رسول بھی ناکافی ٹھہری تو پھر؟ اس پر حضرت معاذ نے کہا تو پھر میں خود ہی قیاس کر کے رائے قائم کرنے کی کوشش کروں گا"[2]۔

"خود ہی کوئی رائے قائم کرنا" یعنی اجتہاد کے ذریعے۔ گویا اجتہاد آزادانہ تجزیے، رائے اور اس کی بنیاد پر کیے گئے فیصلے کا نام ہے اور اجتہاد اظہار رائے کی آزادی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہوتا اور قانون سازی کے لیے اپنی بصیرت سے کام لینا۔

اجتہاد کے بغیر دور جدید میں ایک اسلامی جمہوری فلاحی ریاست کا قیام ممکن نہیں ہے۔ آج اکیسویں صدی میں صنعتی اور ٹیکنالوجی انقلابات کے بعد معاشرے کی ہیئت جس طرح بدلی ہے اور سیاست، معیشت اور حقوق انسانی کے جو نئے پہلو سامنے آئے ہیں۔ جماعت لحظہ بالحظہ نشو ونما کر رہی ہے۔ زمانے کا عقلی مزاج بدل گیا ہے۔ اس تغیر وارتقا کے ساتھ اس کو نئے نئے قوانین کی ضرورت ہے اور اسلام کے اصول اجتہاد کے ذریعے اس ضرورت کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ بدلتے حالات اور ترقی پذیر انسان اور سماج کا رشتہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے ساتھ قائم رکھنے کا کام بنیادی طور پر انسانی ضمیر انجام دیتا

ہے۔

اسلامی تاریخ کی پہلی تقریباً تین صدیوں میں علمی اور عملی دونوں سطحوں پر مسلم معاشرہ میں اجتہاد کا عام چلن تھا ۔ عہد حاضر میں اجتہادی عمل کی ضرورت پر زور دینے اور اس اہم کام پر توجہ دلانے کا کام علامہ سے شروع ہوتا ہے۔ علامہ اقبال بیسویں صدی کے وہ مفکر ہیں جو جدید فلسفہ کی بنیاد پر جدید علوم القرآن کی بات کرتے ہیں۔ وہ فکر و نظر کی دنیا کو پرکھنے کے لیے اپنے فلسفیانہ دماغ سے ملت اسلامیہ کے محرکات کا جائزہ اور تجزیہ کرتے ہیں کیوں کہ قدرت نے اقبال کو ایک دردمند، چشم بینا اور روشن دماغ عطا کیا ملت اسلامیہ کی ذہنی غلامی اور مغلوبیت کو دیکھ کر وہ کڑھتے تھے۔ ابو عمار زاہد الراشدی اپنے مضمون "جدید سیاسی نظام اور اجتہاد" میں لکھتے ہیں۔

> "جنوبی ایشیا میں مفکر پاکستان علامہ اقبال کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ آنے والے دور کی ضرورت کا قبل از وقت اندازہ کرتے ہوئے انھوں نے اجتہاد کی جدید ضروریات اور تقاضوں پر علمی انداز میں بحث کی اور اپنے معروف خطبہ اجتہاد میں اہل علم کو ان ضروریات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بحث و تمحیص کا ایک عملی ایجنڈا بھی ان کے سامنے رکھ دیا۔"[3]

اقبال نے اسلامی تہذیب و تمدن کی طویل تاریخ سے اس بات کی تلاش می رہے کہ اس میں کار فرما وہ کون سا بنیادی اصول یا جوہر ہے جو مرکز نگاہ رہنے سے اسلامی تہذیب و تمدن ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکتی ہیں اور جب یہی بنیادی جوہر نظروں سے او جھل رہے تو جمود و زوال کے اَن مٹ نقوش ثبت کرنے میں تاریخ کبھی دیر نہیں لگاتی۔ کافی غور و خوض کے بعد اقبال کی دور بین نگاہوں نے اسلامی تہذیب کی بنیادی جوہر میں حرکت کا اصول دیکھا۔ لہذا اقبال کے نزدیک اسلام میں حرکت و تغیر کا مظہر اجتہاد کا تصور ہی ہے اور اسلامی تہذیب کا بنیادی جوہر حرکت کا بتایا جو اسلامی ادب میں "اجتہاد" کا نام اختیار کر گیا۔ اقبال کے اپنے الفاظ میں :

"What then the principal of movement in the structure of Islam?
This is known as "Ijtihad"[4].

اجتہادی عمل کسی بھی منظم معاشرے کی وہ قوت و صلاحیت ہے جو معاشرے کی ضرورت پورا کرنے کی استعداد رکھتی ہے۔ اور معاشرہ حرکت پذیر رہتا ہے۔

یہ اقبال کے خیالات میں باقاعدہ ایک تسلسل ہے۔ مسلمانوں کے زوال کے ساتھ ہی اسلامی فکر پر بھی جمود و زوال کے سائے پڑنے لگے۔

> "عالم اسلام میں ریاستی سطح پر سیاسی مقتدرہ زوال کی شکار ہوئی تو ساتویں صدی ہجری

میں علمانے اپنے طور پر اجتہاد پر مکمل پابندی لگادی اور فقیہ کے مذاہب خمسہ کو مطلق اجتہاد کا درجہ دے کر اور اسے قرآن و حدیث کے درجہ پر تقدس دے کر آنے والے لوگوں کو پابند کیا کہ وہ بیشک زوال کو قبول کریں۔ غلامی کو برقرار رکھیں مگر مذاہب فقہ کو اپنائے رکھیں کیوں کہ اب یہی شریعت ہے۔"[5] (5)

اقبال نے جب مذہبی جبر کو استحصالی انداز میں برقرار رکھنے کے لیے کفر کے فتوؤں کا بازار گرم دیکھا اور آزادانہ تفکر پر پہرہ دیکھا اور کم علم علما کے تقلیدی ضابطوں کو تفہیم قرآن مانتے دیکھا اور اجتہاد کو اندھی تقلید کے ذریعے روک کر اس کی اصل روح کو سلب کرنے کی کوشش دیکھی تو پوری دردمندی سے مسلمانوں کے اندر زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کہ جذبہ پیدا کرنے کے لیے اپنی کوشش شروع کیں۔ اقبال کو اس بات کا شدید دکھ رہا کہ عوام الناس جن کی تعلیم و ترتیب اور اخلاقی نصب العین کی ذمہ داری مولوی حضرات ہیں، وہ خود جمود اور تقلید کی تاریکی میں پرورش پاتے ہیں اور اس تاریکی کی طرف اٹھنے والی ہر شعاع کو دین پر حملہ تصور کرتے ہیں، لہذا اقبال کے نزدیک ایسے مولوی حضرات اسلامی تاریخ و ادبیات کے حوالے سے اپنے محدود علم اور اکثر صورتوں میں اپنے حقیقی منصب کے قابل نہیں ہوتے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اقبال کے فلسفہ اجتہاد اور اس کے متعلقات کی سب سے زیادہ مخالفت بھی اسی قبیل کے مولوی صاحبان نے کی۔ اقبال اسلام اور علم جدید میں مطابقت کے لیے کچھ معیار مقرر کر لیے۔ اس سلسلے میں علامہ پوچھتے ہیں کہ

"کیا ہمارے فقہی مذاہب کے بانیوں نے کبھی دعوی کیا تھا کہ ان کے اجتہادی اور تغیرات حرف آخر ہیں؟ کبھی نہیں"(6)

تبدیلیوں کو تقلید کا پابند نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے تخلیقی اجتہاد اور قانون سازی کی ضرورت ہے علامہ لکھتے ہیں:

"اب کوئی چارہ کار ہے تو یہ کہ ہم اس قشر کو جو سختی کے ساتھ اسلام پر جم گیا ہے اور جس نے زندگی کے ایسے مقصد کو جو سرتاسر حرکت تھا، جامد اور غیر مبدل بنا رکھا ہے، توڑ ڈالیں اور یوں حریت اور حفظ واستحکام انسانیت کی عقل صداقتوں کو پھر سے دریافت کرتے ہوئے اپنے سیاسی، اخلاقی اور اجتماعی مقاصد کی تعبیر ان کے حقیقی، صاف و سادہ اور عالمگیر رنگ میں کریں۔"(7)

روحانی زوال بھی اس سوچ کی وجہ ہے جس میں افکار کو جامد کر کے بتوں کی طرح پوجنا شروع کیا جاتا ہے۔ جمود زندگی کے ارتقا کو روک کر امکان کو ذہنی مات کا شکار بنا رہی ہے۔

علامہ اقبال حضرت عمر رضؓ، امام ابو حنیفہ رحؒ، امام ابن تمیہ رحؒ، امام شاہ ولی اللہ رحؒ، کے اجتہادی اصولوں سے ثابت کرتے ہیں کہ اجتہاد اسلام کا حرکی اصول ہے۔

علامہ اقبال نے جس چیز سے مسلمانوں کو منع کیا وہ کورانہ تقلید ہے خصوصاً فقہی معاملات میں اور اجتہاد و تقلید کے رائج تصورات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے اقبال بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔اقبال دین اسلام کی روح یہ سمجھتے تھے کہ فرد کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرلی جائے۔انہی سہولتوں کے حصول یابی کے لیے فقہی مذاہب کی داغ بیل ڈالی گئی۔

اقبال قرآن کو اسلام کا مصدر اول قرار دیتے ہیں گویا قرآن قانون کی کتاب نہیں لیکن معاشرت و ریاست کی تنظیم سازی اور مقاصد سے جڑے رہنے کے لیے یہ ضروری قواعد کا مجمل تذکرہ ضرور ہے۔ قانوں کی کتاب کے لیے بنیاد اٹھانے کے لیے قرآن ہی اساسی بنیاد ہے۔اقبال متوجہ کرتے ہیں کہ :

> The primary source of the law of Islam is the "
> legal code. Quran. The Quran however, Is a not a
> Its main purpose …is to awaken in man the higher
> consciousness of his relation with God and
>) 8 ("Univers.

مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر اقبال قرآن مجید پر ایک کتاب لکھنے کی ضرورت بھی محسوس کر رہے تھے جس پر انہوں نے مدتوں غور و فکر کیا تھا لیکن دن بدن صحت کی بگڑتی ہوئی صورت حال نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اپریل ء میں ایک خط میں سر راس مسعود کو لکھتے ہیں۔

> "میرے لیے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عصر حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کرلیتا جو عرصہ سے میرے پیش نظر ہیں لیکن اب تو نہ معلوم کیوں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔اگر مجھے حیات مستعار کی بقیہ گھڑیاں میسر آئے تو میں سمجھتا ہوں قرآن کریم کے ان نوٹوں سے بہتر میں کوئی پیشکش مسلماناں عالم کو نہیں کر سکتا۔"(9)

اقبال نے اپنے خطوط میں جابجا فقہی مسائل اٹھانے اور بعض علمائے دین سے اس سلسلے میں تبادلہ خیال کیا۔اقبال کے نزدیک قرآن کی روح کو سمجھے بغیر کوئی گتھی سلجھ نہیں سکتی۔

ے "تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول

کتاب

گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب

کشاف"(10)

اسلام چوں کہ خاتم الادیان ہے اس لیے منطقی طور پر ضروری ہے کہ اجتہاد کا دروازہ تا قیامت کھلا رہے اور ختم نبوت کی اہمیت یہ ہے کہ اب انسان کو مزید ترقی کے لیے خود اپنی ذہانت پر بھروسا کر کے آئندہ کا راستہ خود متعین کرنا ہو گا ۔لہذا نبوت کی خاتمیت کا مقصد بھی شعور انسانی پر بھروسا تھا اور اگر ایسا نہ ہو تو ختم نبوت کا اصول برقرار نہیں رہ سکتا اور اسلام ایک جامد نظام بن جاتا ہے۔اجتہاد پر پابندی یا شرائط عائد کرنا یا اس کا راستہ روکنا گو آنے والی مسلمان نسلوں کی استعداد قابلیت پر عدم اعتماد کرنا ہے۔

اسلامی نظام کو صفتِ دوام سے اسی وقت متصف کیا جا سکتا ہے جب اسلامی اصول و قوانین کی توجیہہ ہر زمانے اور ہر دور میں حالات کے مطابق کی جائے۔قرآن کریم آخری صحیفہ الہیٰ ہے۔ محمد مصطفیؐ آخری نبی ہیں۔نہ نیا صحیفہ آئے گا اور نہ نیا نبی۔البتہ انسان کی رہنمائی کو انسان ہی کے شعور کے اعلیٰ معیار سے منسلک کر دیتی ہے کیونکہ الہام کا سلسلہ بند نہیں ہوا ۔قرآن و حدیث محفوظ انداز میں موجود ہیں۔قرآن و حدیث کے بعد اجتہاد کی صحت کا دار و مدار عقل اجتماعی پر منحصر ہے۔ اقبال اجماع کو چند فقہا کی انفرادی فیصلے پر چھوڑنے کی بجائے مسلمانوں کی نمائندہ اور منتخب پارلیمنٹ کی اجتماعی دانش پر انحصار کرنے کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔

اقبال نے اجماع مجالس (پارلیمنٹ) کو قانون سازی کا مکمل اختیار دینے کی ایک وجہ یہ بھی قرار دی کے مسلم معاشرے متعدد فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ لہذا انہوں نے انفرادی اجتہاد کی بجائے اجتماعی اجتہاد کے ادارے قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اس ادارے کی آزادی اور احیا کے لیے سیاسی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی ہدایت کی۔

اس طرح اقبال نے علم جدید کو قرآن و احادیث کی کسوٹی پر کھنے پر زور دیتے ہیں۔کیونکہ قرآن و سنت سے وقت کے ارتقا اور سماجی تبدیلیوں کے ساتھ ولولہ انگیز فکر اخذ کرنا، آگے پڑھنے اور ترقی کے لازمی ہے ورنہ قرآن محض پڑھنے تک بلکہ جمود کے لیے استعمال ہو گا جیسے کہ ہو رہا ہے۔

قیاس و اجماع ماضی کے لوگوں کا حق تھا اور اس حق کی پہلے کی نسبت آج زیادہ ضرورت ہے اور ہم سے زیادہ آنے والوں کو ہو گا۔ تقلید کے زنجیروں میں باندھنے کا مطلب یہ ہو گا کے جینے کا حق چھین لیا جائے لیکن قرآن و حدیث کی موجودگی میں یہ حق چھینا نہیں جا سکتا۔

اقبال کسی بے قید اور ہمہ آزاد تغیر کے حق میں نہیں تھے۔ بلکہ اسلام کے دیئے ہوئے پیرا میٹر کے اندر رہتے ہوئے اجتہاد کے عمل کو از سر نو جاری کرنا چاہتے تھے۔یعنی ایک طرف قرآن و سنت اور دوسری طرف پیش آمدہ مخصوص صورت حال یا مسئلے کی نوعیت کو سمجھنے اور ان دونوں کے باہمی تعلق کو متعین کرتے ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اس حوالے سے اپنے مضمون میں رقم طراز ہیں:

"کائنات کی طرح حیات کے بھی دو رخ ہیں۔ایک رخ قائم و دائم یا پائیدار ہے۔دوسرا

متحرک متون اور ناپائیدار۔ اولین رخ توحید کی نمائندگی کرتا ہے۔ دوسرے رُخ، میں اجتہاد کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسلام نے زندگی کے ان دو رخوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ ایک طرف اسلام نے زندگی تعظیم کے لیے عام، جاندار، جامع ابدی اصول ہمیں دیئے ہیں جن کے ذریعے سے بقول اقبال ؒ ہم اس بدلنے والی دنیا میں قدم جما سکتے ہیں۔ دوسری طرف اس ان اصولوں کو تغیر آشنا رکھنے کے لیے اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ اجتہاد سے کام لے کر ان سرحدی اصولوں کی روشنی میں صالح اور سازگار نظام کی تعمیر کی جائے اسلامی زندگی ثبات و تغیر کے مقولات کی ہم آہنگی پر مبنی ہے جب تک یہ ہم آہنگی ہے۔ اسلامی معاشرہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔"(11)

اس طرح اقبال ثبات اور تغیر کے دونوں عناصر کو ایک توازن کے ساتھ لے چلنے پر زور دیتے ہیں کیوں کہ کسی ایک کی طرف زیادہ جھکاو اختلال کا باعث ہے۔ یوں یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اجتہادی عمل کسی بھی منظم معاشرے کی وہ قوت وصلاحیت ہے جو معاشرے کی ضرورت پورا کرنے کی استعداد رکھتی ہے اور معاشرہ حرکت پذیر رہتا ہے۔

اقبال اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فقہ اسلامی کے بنیادی اصول ہوں یا فقہی نظام کوئی بھی جمود کی تائید نہیں کرتا اقبال کے افکار اجتہاد نے تعقل و تفکر کے جمود کے خاتمے کے لیے ہر ممکن سطح پر کوشش کیں اور اجتہاد کے موضوعات پر ان کے خیالات نے باقاعدہ فلسفیانہ کاوش کی صورت اختیار کر لی اور فقہ اسلامی کی تدوین نو بھی ان کی توجہ کا مرکز رہی۔ اجتہاد کا مسئلہ اقبال کے دل و دماغ سے کبھی محو نہیں ہوا۔ انہوں نے ہمیں کوئی بنا بنایا ماڈل تو نہیں دیا کیوں کہ ہر زمانے کے سیاسی اور سماجی حالات رو بہ تغیر رہتے ہیں اس لیے ہر زمانے کا اپنا رول ماڈل اپنے حالات کی روشنی میں خود وضع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن انہوں نے بعض اصولوں کی نشان دہی ضرور کی اور کچھ تفصیلات مہیا کر دیں۔ جو ماڈل بنانے میں کام آسکتی ہیں۔ اقبال کو مسلمانوں کی سستی اور کاہلی واضح طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ لہذا مسلمانوں کو اپنی قوت و بصیرت کا استعمال یا نشاۃ ثانیہ کو دوبارہ بحال کرنے پر پورا زور دیا اور اپنی عقلی اور ذہنی ورثے کی قدر و قیمت کا دوبارہ جائزہ لینے کی ضرورت محسوس کی۔ ان تمام مشکلات کے باوجود اقبال کا یہ دعوی ہے کہ چوں کہ شریعت اسلامی فطرتاً جامد نہیں اس لیے علما و فقہا کی قدامت پسندی اسے وقت کے جدید تقاضوں سے عہدہ براہو سکنے کے لیے متحرک ہونے سے روک نہیں سکتی اقبال کو"رموز بے خودی"میں مجبوراًیہ کہنا پڑا:

"اجتہاد اندر زماں انحطاط ؎ قوم را برہم ہمی پیچد بساط

زاجتہادعالمان کم نظر   اقتدار بر رفتگان محفوظ تر"

(12)

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ۔ سید احمد دہلوی "فیروز الغات"، ص68.

Syed Ahmad dahlavi " feroz ul loghaat" p 68

[2] ۔ سید نذیر اللہ نیازی "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ "لاہور، بزم اقبال (اشاعت ہشتم) ء ص

Syed Nazir Ullah niyazi "tashkeel jadeed ilahiyat" , p 222

[3] ۔ ابو عمار زاہد الراشدی "جدید سیاسی نظام اور اجتہاد" مشمولہ "علامہ اقبال کا تصور اجتہاد مرتبین ڈاکٹر ایوب صابر محمد سہیل عمر لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم ء ص

Abu Ammar Zahid ur Rashdi " Jadeed seeyasi Nazam aur ijtihad" , p 59

.[4]. Allama Muhammad Iqbal “The reconstruction of religious thought in Islam”, Lahore , Iqbal Academy Pak. Page 117

[5] ۔ سید پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان صاحب "خطبات اقبال" جہلم بک کارنر پاکستان، طبع سوئم ء ص 4۔

Syed Abdul Wahid Mueeni " Maqallat Iqbal" p 4

6۔ایضاً، ص252

Ibid 252

7۔سید نذیر اللہ نیازی "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ "لاہور، بزم اقبال (اشاعت ہشتم) ء ص

Syed Nazir Ullah Niyazi "Tashkeel jadeed ilahiyat" , p 223

Allama Muhammad Iqbal “The reconstruction of religious 31thought in Islam”, Lahore , Iqbal Academy Pak. Page 1

9۔ شیخ عطاءاللہ "اقبال نامہ" لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، (طبع دوم)، ء ص

Shaikh Atta Ullah " Iqbal Naama" p 48

10۔ کلیات اقبال، ص225

Khulyaat e Iqbal p 225

11۔ڈاکٹر شوکت سبزواری مضمون "اقبال کا مذہبی شعور" مشمولہ، بیان اقبال مرتبہ، حمیرا جمیل، لاہور، دعا پبلی کیشنز ء، ص ۔

Dr Shoukat Sabzwari " Byane Iqbal" p 78

12۔ کلیات اقبال فارسی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، 1985ء، ص78

Kulyati Iqbal Parsi, p78